مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوّت

کراچی

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا عقیدۂ ختم نبوت

اپنا دین وایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اسکو کافر سمجھتا ہوں۔

(مناظرہ عجیبہ صہ ۱۰۳)

جلد ۳

شمارہ ۲۷

۲۸ ربیع الاول تا ۴ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۱ تا ۲۷ دسمبر ۱۹۸۴ء

خصائل نبویؐ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ذکر

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

۱۱ حدثنا اسحٰق بن موسی حدثنا معن، حدثنا مالک عن ابن شہاب عن عروۃ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی من اللیل احدی عشرۃ رکعۃ یوتر منہا بواحدۃ فاذا فرغ منہا اضطجع علی شقہ الایمن۔ حدثنا ابن عمر حدثنا معن عن مالک عن ابن شہاب نحوہ ح وحدثنا قتیبۃ عن مالک عن ابن شہاب نحوہ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے جن میں ایک رکعت وتر ہوتی تھی جب آپ اس سے فارغ ہوتے تو اپنی دائیں کروٹ پر آرام فرماتے۔

فائدہ۔ یہ حدیث خود اس پہلی حدیث کے خلاف ہے جس میں آٹھ رکعت کا بیان تھا اسی وجہ سے بعض علماء نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات میں کلام کیا ہے جیسا کہ پہلی روایت کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ البتہ ترجمہ کے درجہ میں اس اختلافِ روایات کو اختلاف اوقات پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ گاہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے اور گاہے کم و بیش دوسرا مسئلہ وتر کی ایک رکعت کا ہے۔ وتر کے بارے میں چند اختلافات ہیں۔ سب سے اول اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک وہ واجب ہے بعض دیگر ائمہ کے نزدیک مستحب ہے۔ حدیث چونکہ اس سے ساکت ہے اس لیے اس بحث کو چھوڑ دیا گیا۔ دوسرا اختلاف اس کی رکعات میں ہے حنفیہ کے نزدیک "تین رکعتیں حتمی ایک سلام سے ہیں۔ دوسرے بعض اماموں کے نزدیک ایک ایک رکعت ہے ان میں بھی اختلاف ہے بعض صرف ایک رکعت فرماتے ہیں اور بعض ائمہ ایک رکعت کے ساتھ اس سے پہلے دو رکعت علیحدہ سلام کے ساتھ واجب بتاتے ہیں احادیث میں مختلف روایات اس بارے میں وارد ہوئی ہیں، جن کی ترجیح میں ائمہ میں اختلاف ہوا۔ اسی وجہ سے اس مسئلہ میں اختلاف ہوا۔ حنفیہ اپنے مسلک میں چند احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) عبداللہ بن ابی قیس کی وہ روایت جو ابو داؤد وغیرہ نے ذکر کی ہے گذشتہ حدیث کی بحث اول میں گذر چکی ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب کی نماز چار اور "تین"، چھ اور "تین" آٹھ اور "تین" دس اور "تین" رکعتیں ذکر فرمائی اس "تکلیف کے ساتھ ذکر کرنا اور "تین" رکعت کو ہر جگہ بلاکم و زیادہ علیحدہ ذکر کرنا اس پر صاف دلیل ہے کہ یہ کوئی ایسی نماز ہے جس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی تھی یہ "تین ہی رکعتیں رہتی تھیں ورنہ حضرت عائشہ سات نو اور گیارہ فرماتیں۔ چار اور "تین چھ اور "تین وغیرہ کیوں فرماتیں۔ باقی صفحہ ۲۳ پر

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

جلد نمبر ۳

ختم نبوت

شمارہ نمبر ۲۷

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خان محمد صاحب
دامت برکاتہم سجادہ نشین
خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

فی پرچہ

دو روپیہ

فون نمبر

۷۱۱۶۷۱

بدل اشتراک

سالانہ ــــ ۷۰ روپے
ششماہی ــــ ۴۰ روپے
سہ ماہی ــــ ۲۰ روپے

فہرست

۱۔ خصائل نبوی ﷺ
حضرت شیخ الحدیث رح ۲

۲۔ حبیب اسلم قریشی بنام صدر مملکت ۴

۳۔ ابتدائیہ
مولانا سعید احمد جلالپوری ۵

۴۔ بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری
عامر ندیم ۷

۵۔ خطبۂ صدارت حضرت مولانا عبد الشکور ترمذی مدظلہ ۹

۶۔ قادیانیت کے خلاف حضرت انور شاہ کشمیری کا جہاد
مولانا عبد الرحمن کوندو ۱۲

۷۔ طرز معاشرت
جناب سمیع اللہ ۱۹

مدیر مسئول

عبد الرحمن یعقوب باوا

مجلس ادارت

مفتی احمد الرحمن
مولانا محمد یوسف لدھیانوی
ڈاکٹر عبد الرزاق سکندر
مولانا بدیع الزمان
مولانا منظور احمد الحسینی

شعبۂ کتابت

محمد عبد الستار واحدی
امجد محمود

ناشر

عبد الرحمن یعقوب باوا
طابع: کلیم الحسن نقوی انجمن پریس کراچی
مقام اشاعت: ۲۰/A ساشرہ مینشن
ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی۔

بدل اشتراک

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۱۰ روپے
کویت، اومان، شارجہ، دوبئی، اردن اور شام	۲۳۵ روپے
یورپ	۲۹۵ روپے
آسٹریلیا، امریکہ، کنیڈا	۲۷۰ روپے
افریقہ	۲۱۰ روپے
افغانستان، ہندوستان	۱۶۵ روپے

رابطہ دفتر

مجلس تحفظ ختم نبوت
جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی ۳

صہیب اسلم قریشی
بنام صدر ضیاء الحق

مبلغ ختم نبوت مولانا محمد اسلم قریشی کے فرزند صہیب اسلم قریشی کا صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کے نام یہ مکتوب ہمیں اپنے خصوصی ذرائع سے دستیاب ہوا ہے۔ اس کا حرف حرف فریاد کناں ہے اور ہر دل صاحب انصاف سے انصاف طلب ہے

السلام علیکم !

خدا وہ وقت نہ لائے کہ سوگوار ہو تو
تیری مسرت پیہم تمام ہو جائے
تیری حیات تجھے تلخ جام ہو جائے
خدا وہ وقت نہ لائے کہ سوگوار ہو تو

میں آج ایک سال اور دس ماہ کے کربناک انتظار کے بعد اپنی درد بھری داستان سنانے کے لیے آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں آپ خود صاحب اولاد ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ میرے احساسات کا پورا اندازہ کرلیں گے۔ آج سے ۲۲ ماہ قبل میرے والد جناب محمد اسلم قریشی کو ختم نبوت کے تحفظ اور مرزائیت کے خلاف جہاد کرنے کی پاداش میں اغوار کیا گیا۔ میرے والد جناب اسلم قریشی وہ انسان تھے۔ جنہوں نے اپنی جان کی بازی لگا کر آج سے چودہ سال قبل یحییٰ خان کے دور حکومت میں بدنام زمانہ ——— جماعت کے اہم لیڈر اور اس وقت کے نامزد قائم مقام صدر مسٹر ایم۔ ایم احمد پر قاتلانہ حملہ کیا اور اسے شدید زخمی کرکے بجائے صدارت کی کرسی کے ہسپتال کے بستر پر پہنچا دیا۔ اس وقت کی حکومت نے میرے والد کو اس جرم میں چودہ سال قید بامشقت دیکر جیل کی تنگ و تاریک کوٹھری میں پابند سلاسل کردیا۔ اقتدار بدلا تو دوسری حکومت یعنی ذوالفقار علی بھٹو نے میرے والد کی سزا میں تخفیف کرکے چودہ سال سے چار سال کردی۔ اب آپ کی اور تیسری حکومت کے دور میں ختم نبوت کے اس پروانے کو اغوار کرلیا گیا۔ مقدمہ درج کرنے سے انکار کیا گیا۔ مقدمہ درج ہوا تو ملزمان کو شامل تفتیش کرنے سے گریز کیا گیا۔ اور آج تک آپ کی حکومت نے میرے والد جناب اسلم قریشی کے اغوار کے ملزمان کو گرفتار نہیں کیا اور جب یہ مطالبہ کیا گیا کہ قادیانیوں کے سربراہ مرزا طاہر احمد کو شامل تفتیش کیا جائے تو سابق وزیر داخلہ جناب محمود ہارون نے کہا کہ مرزا طاہر کو شامل تفتیش نہیں کیا جاسکتا۔ جب حکومت کا وزیر بھی یہ کہے کہ ملزم کو گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ تو تفتیش کیا ہوگی۔؟ سینکڑوں، ہزاروں مطالبات کے باوجود حکومت ابھی تک میرے والد جناب اسلم قریشی کو برآمد نہیں کرسکی۔ میرے والد کا آج تک بازیاب نہ ہونا حکومت کی مجرمانہ غفلت کا نتیجہ ہے میرے والد کا اغوار حکومت کے لیے باعث شرم ہے۔ مگر میں یہ صدادب عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ کیس چودھری ظہور الٰہی یا ظہور الحسن بھوپالی کی طرح کا نہیں ہے یہ محمد عربیؐ کے پروانے دیوانے کا کیس ہے اس کیس کو دبانے کی جس قدر بھی کوشش کرلی جائے۔ یہ دب نہ سکے گا۔ یہ درست ہے کہ قادیانیوں کے پیچھے امریکہ، برطانیہ، اسرائیل اور روس ہے۔ تو محمد عربیؐ کی ختم نبوت پر جاں نثار کر دینے والے کے پیچھے خداوند تعالیٰ ہے اس لئے میں آپ سے عاجزانہ

باقی صفحہ ۲۸ پر

ابتدائیہ

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

"قادیانیوں کا دو روزہ سالانہ کنونشن ربوہ کی بجائے اس سال ۲۱ دسمبر کو لندن میں شروع ہوگا۔"

(روزنامہ نوائے وقت کراچی ۱۰ دسمبر ۱۹۸۴ء)

علمائے حقہ کی جانب سے تقریر و تحریر، مناظروں اور مباہلوں کے ذریعہ جس قدر قادیانی امت کی بخیہ دری کی گئی ہے اس سے امید کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ اب کم از کم کوئی سنجیدہ فکر انسان ان کے دجل میں نہیں آئے گا۔

یہ امت کے ان ہی خواہوں کی مساعی کا ثمرہ ہے۔ جنہوں نے اس سلسلہ میں جان و مال کے نذرانے پیش کیے۔ ورنہ اس دور کو گذرے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ جب کسی قادیانی کو کافر کہنے پر عدالت میں جوابدہ ہونا پڑتا تھا۔ اس کے برعکس جو قادیانی جہاں اور جس وقت کسی مسلمان کو ارتداد کی دعوت دینا چاہتا۔ کسی کو مزاحمت کی جرأت نہ ہوتی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ قادیانی تو کیا، مسلمان بھی ان کو کافر تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ بے پایاں شکر ہے اس ذات کا جس نے قادیانی بت کو پاش پاش کیا اور سرراہ قادیانی طلسم ٹوٹ گیا۔ اور مسلمانوں کا شعور بیدار ہوا تو ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت سے مرزائی استعمار کو اپنی خلافت کی بنیادیں اکھڑتی محسوس ہوئیں پھر اسکے بعد ۱۹۷۴ء کی تحریک نے قادیانی بت کدہ کو مسمار کر دیا۔ جب کہ رہی سہی کسر ۱۹۸۴ء کے آرڈیننس نے پوری کر دی اور قادیانی امت کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا۔ بالآخر صبح اسلام کے سپیدہ کے آتے ہی مرزا طاہر ظلمت کی اندھیریوں کے ہمراہ لندن کو کوچ فرما ہوئے۔ قادیانی امت کی رہی سہی امیدوں پر اس وقت پانی پھر گیا جب یہ خبر پڑھی کہ اس سال مرزائی اپنی انصاف پسند ملکہ کی سربراہی میں اس کے خود کاشتہ پودہ کی کارکردگی کا جشن لندن ہی میں منائیں گے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

ع : پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

یہ علمائے اسلام کی دعاؤں، تمناؤں اور مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے کہ اب الحمدللہ قادیانی دم توڑ رہے ہیں اور وہ اپنی موت آپ مر رہے ہیں۔ ہم حیران تھے۔ کہ ایک طرف تو حکومت قادیانیوں کو اسلام دشمن سازشی ٹولہ قرار دیتی ہے۔ مگر دوسری طرف امتناع قادیانیت آرڈیننس کے اجراء کے باوجود بھی انہیں اسلام دشمن سرگرمیوں کی کھلے طور پر اجازت ہے۔ اور خاص طور پر سالانہ ربوہ کنونشن (جو پاکستان بننے کے بعد مسلسل ۳۷ سال سے اسلام دشمنی میں باقاعدہ منصوبہ بندی سے سرگرم عمل ہے) کو روکنے کی کوئی ادنیٰ سی کوشش بھی نہیں کی جاتی۔ دوسرے لفظوں میں وہ کنونشن کیا تھا ایک ارتدادی سکیم تھی۔ جو ہر سال کئی بھولے بھالے مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھی۔

اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے اس کے انسداد کے انتظام فرما دیئے ہیں تو آئندہ کے لیے حکومت کو چاہیے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کو بند کر دیا جائے۔ تاکہ سالانہ کنونشن کے نام پر ہونے والی ارتدادی سرگرمیوں اور انڈر گراؤنڈ سازشی منصوبوں کا سدباب کیا جا سکے۔

سعید احمد جلالپوری

بحیثیت مسلمان

ہماری ذمہ داری

عامر ندیم - کینٹ بازار - کراچی

خالق کائنات نے جو چیزیں بھی پیدا کی ہیں ۔ ان کا کوئی نہ کوئی مقصد اور مصرف ہے ، کائنات میں موجود ہر چیز اپنی ذمہ داری کو نبھا رہی ہے مثال کے طور پر سورج کا کام دن کے وقت دنیا کو روشنی پہنچانا اور حرارت مہیا کرنا ہے اسی طرح چاند رات کے اندھیرے میں اپنی ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی کو اس زمین پر پھیلاتا ہے ۔ زمین پر موجود ہزاروں لاکھوں قسم کے خوبصورت درخت اور پودے ہیں جو ایک فرحت بخش ماحول پیدا کرتے ہیں ۔ یہ ایک دو نعمتوں کا ذکر ہے نہیں تو اس کائنات پر اللہ تعالیٰ کے ایسے بے شمار احسانات ہیں جن کا بدلہ تو کیا احصار بھی ناممکن ہے ۔

ارشاد ربانی ہے

"اور تم اللہ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ۔"

ان امور کے پیش نظر ضروری ہے کہ انسانیت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وارشادات کی پیروی کرے ۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرنے والے مسلمان کہلاتے ہیں ۔ اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے :-

"اے رسول کہہ دیجئے کہ اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا ۔"

مندرجہ بالا آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ان تمام احکامات کو جاننا چاہیے جو انہوں نے ارشاد فرمائے ہیں ۔ چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے :

" اے ایمان والو پیشقدمی نہ کرو اللہ اور اس کے رسول سے "

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بحیثیت مسلمان ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں ۔ اور ہمیں کیا کرنا ہے ۔ سب سے پہلے احکام الٰہی کی پابندی کرکے ہمیں ایک مومن کی حیثیت سے زندگی گذارنی چاہیے جس کی عملی مثال رسول اللہ کی ذات مبارکہ تھی جیسا کہ ارشاد باری ہے ۔

"بیشک تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی بہترین نمونہ ہے ۔"

مومن بننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان احکامات الٰہی کو جن کا تعلق ہماری روز مرہ زندگی سے ہے ۔ پابندی سے ادا کریں ۔ مثلاً پانچ وقت کی نماز ادا کرنا اسلام کا ستون ہے اور مشرک اور مسلمان میں امتیاز کرتی ہے ۔

ارشاد ربانی ہے کہ :

"کہ نماز تمہیں روکتی ہے بے حیائی اور گناہوں سے"

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ " اللہ کے نیک بندے اور کفر کے درمیان ترک نماز کا واسطہ ہے "

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

"نماز ایمان والوں کے لیے معراج ہے"

ان ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کی کتنی اہمیت ہے

جب کہ آج کل ہم نمازوں سے کتنی غفلت برتتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ نماز کو پنجگانہ ادا کریں۔ اور برے کاموں سے دور رہیں۔

اسی طرح مومن بننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان تقویٰ اختیار کریں۔ اور اللہ پر توکل کریں۔ غم اور مصیبت ہو یا خوشی و مسرت کا موقع، ہمیں چاہیے کہ اللہ کو یاد رکھیں اور اس کے شکر گزار رہیں۔ ماہ صیام میں اللہ کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے روزے رکھیں اور ضبط نفس سیکھیں۔ یعنی ہمارے ہر قول و عمل سے ظاہر ہونا چاہیے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی پوری طرح پیروی کرتے رہیں بقول شاعر مشرق علامہ اقبال

تو راز کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

ترے سینے میں پوشیدہ ہے راز زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیث سوز و ساز زندگی کہہ دے

بحیثیت مسلمان یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان احکامات کی پوری طرح پیروی کریں اور اپنی زندگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق گذاریں۔ یعنی آپؐ کی طرح سادہ، شکر گذار، تقویٰ، ضبط نفس، ایفائے عہد اور حقوق العباد سے بھری ہوئی ہو۔ جیسے آپؐ کی طرز زندگی کو دیکھتے ہوئے کئی مشرکوں نے اسلام قبول کیا اسی طرح ہمیں بھی چاہیے کہ کم از کم ایسی زندگی گذاریں جو دین اسلام کے لیے باعث شرم نہ ہو۔ بلکہ ایسی زندگی ہو جس کو دیکھ کر دوسرے مذاہب والے متوجہ ہو سکیں۔

بقول اقبالؒ

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی

دوسری طرف اقبالؒ کہتے ہیں کہ

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

یعنی بحیثیت مسلمان، ہمارے اندر ایسی خوبیاں ہونی چاہییں کہ جس سے ہم اپنے اسلام کے لیے کچھ کر سکیں اور انصاف قائم کر سکیں ذات پات کے جھگڑوں سے دور رہیں۔ اور حضورؐ کی سنت کے مطابق سب لوگوں سے مل جل کر رہیں۔ حضورؐ کی اس سنت کو کو اقبالؒ نے کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں (جن میں آیات قرآنی، احادیث نبویؐ اور شاعر مشرق کے اشعار شامل ہیں) ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنی زندگی مکمل طور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق گذاریں۔ جس کا عملی نمونہ حضور اکرمؐ نے اپنی زندگی سے پیش فرمایا۔ ان تعلیمات پر ہی عمل کر کے ہم ایک مومن کی صفات حاصل کر سکتے ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ایک مومن کی صفات حاصل کریں کیونکہ مومن ہی اللہؐ اور اس کے رسولؐ کو پسند ہیں آخر میں اقبالؒ کے ان اشعار پر مضمون کا اختتام کرتا ہوں۔ جن میں انہوں نے مرد مومن کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا؟
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

قادیانی ارض پاکستان میں یا للعجب؟
راز کیا ہے ایک دنیا کو بتایا جائے گا
سرزمین پاک میں سرمایہ داری کا وجود
اب مٹانا ہی پڑا ہے تو مٹایا جائے گا
ناصر احمد چیز کیا ہے کلچڑی گنجی کا جوش
ارتداد اس کا زمانہ کو دکھایا جائے گا

شورش کاشمیریؒ

خطبۂ صدارت

کل پاکستان نظام شریعت کنونشن

حافظ الحدیث والقرآن حضرت محمد عبداللہ صاحب درخواستی مدظلہ العالی

قابل صد احترام علماء کرام، مشائخ عظام، راہنمایانِ قوم و کارکنان قافلۂ عزم و ہمت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج وطن عزیز پاکستان کے مختلف حصوں سے ہزاروں کی تعداد میں علماء کرام، مشائخ عظام اور درد دل کے ہزاروں کارکن یہاں جمع ہیں اور کل پاکستان نظام شریعت کنونشن کے عنوان سے ان کا یہ مبارک اجتماع دنیاوی اغراض و اہداف کے لیے نہیں بلکہ صرف اس مقصد کے لیے ہے کہ خالق کائنات اور اس کے بھیجے ہوئے مقدس دین اور مبارک نظام حیات کی طرف سے ان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ان کا احساس دلوں میں اجاگر کرکے ان کی تکمیل و تعمیل کی طرف قدم بڑھا سکیں

اہل حق کی تگ و تاز اور جدوجہد کا ہدف ہر دور میں ایک ہی رہا ہے کہ دینی و قومی فرائض کی انجام دہی اور اس کے ذریعہ رضائے حق جل مجدہٗ کے حصول کے لیے جو کچھ بن پڑے اس کے لیے کوشاں رہیں ہر دور کے حق پرستوں نے نتائج، طعن و ملامت تخویف و تحریص اور ہواؤں کے رخ کی پرواہ کرتے ہوئے حق کی سربلندی اور رضائے حق کے حصول کی مقدس منزل کی طرف سفر جاری رکھا ہے اور آج بھی یہ کاروانِ حق و صداقت راستہ کی مشکلات، زمانہ کی طعن و ملامت اور بے سروسامانی کے باوجود اپنی حقیقی منزل کی طرف شاہراہ عزیمت و استقامت پر رواں دواں ہے۔

رہروانِ شاہراہ صداقت! ملک کی عمومی صورت حال اور علماء حق کو درپیش مسائل و امور کے ذکر سے پہلے اس نکتہ کی وضاحت ضروری ہے کہ حق کی خاطر جدوجہد کرنے والے کسی بھی دور میں نتائج کے مکلف نہیں رہے حتیٰ کہ اللہ رب العزت نے نتائج کی ذمہ داری حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی نہیں ڈالی۔ نتائج ہمیشہ حق تعالیٰ کے اختیار و قدرت میں ہوتے ہیں اور وہی اپنی حکمت کی بنیاد پر نتائج کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ جدوجہد کرنے والے صرف دو باتوں کے مکلف ہیں۔ ایک یہ کہ ان کی تگ و تاز اور محنت کا مقصد اور رخ صحیح ہے یا نہیں اور دوسری یہ کہ اس مقصد کے لیے وہ اپنے وسائل اور صلاحیتوں کی حد تک پوری جدوجہد کر رہے ہیں یا نہیں۔ اگر جدوجہد کا رخ صحیح ہے اور اس کے لیے خلوص دل سے محنت جاری ہے اور نتائج کی کچھ پروا نہیں۔ اس راہ کا غازی تو غازی ہے شہید بھی اس سے کم نہیں بلکہ شہید کا رتبہ زیادہ ہے کہ ظاہری نتائج کے سامنے نہ آنے نے اس کے خلوص کی قدر و قیمت کو دوچند کر دیا ہے۔ اس لیے تمام بزرگوں اور دوستوں سے عرض کروں گا کہ نتائج کے انتظار میں بے صبری اور جلد بازی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اپنے دلوں اور نیتوں کو ٹٹول لیں اور اس بات کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیں کہ حق کی خاطر جتنی جدوجہد وہ کر سکتے ہیں کیا واقعی وہ اس قدر جدوجہد کر رہے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہم سب کو اپنے فرائض اور محنت کے درمیان فاصلہ کو کم سے کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اس بات کے مکلف ہیں۔ اور قیامت کے روز حق تعالیٰ کی عدالت میں اسی کے بارے میں ہمیں جوابدہ ہونا پڑے گا۔

حضراتِ محترم ! اس تمہیدی گذارش کے بعد ان اہم مسائل وامور کی طرف آتا ہوں جو آج قوم کو درپیش ہیں اور جن کے حل کی جدوجہد کے لیے قوم کی بے تاب نگاہیں اہلِ حق کی پیشقدمی کی منتظر ہیں۔

نظامِ شریعت کا عملی نفاذ

ہمارے نزدیک پاکستان کا سب سے پہلا اور سب سے اہم مسئلہ ملک میں اسلامی نظام کا عملی نفاذ ہے اس لیے کہ

- ہم بحیثیت مسلمان اس بات کے پابند ہیں کہ ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی مکمل طور پر دین کی پابند ہو۔
- پاکستان کے قیام کا مقصدِ وحید اسلامی نظام کا نفاذ ہے اور تحریک پاکستان میں لاکھوں مسلمانوں کی بیش بہا قربانیاں صرف اسی لیے تھیں کہ یہاں قرآن و سنت کی حکمرانی ہوگی۔
- تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پوری قوم نے بے مثال قربانیاں دے کر اسلامی نظام کے ساتھ پاکستان کی لازوال وابستگی کا فیصلہ اپنے خون سے ساتھ رقم کیا ہے۔
- ملک کے مختلف حصوں کے عوام کے درمیان اتحاد واشتراک کا واحد رشتہ اسلام ہے اور اگر اس رشتہ کو عمل و نفاذ کے ذریعہ مستحکم نہ کیا گیا تو اور کوئی چیز ملک کے مختلف حصوں کے درمیان اتحاد کی ضامن نہیں بن سکے گی۔

لیکن ان تمام حقائق کے باوجود اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں حکمرانوں کی روش اب تک یہ رہی ہے کہ اسلام کو اقتدار کے حصول کے لیے سیڑھی اور اس کے تحفظ کے لیے بیساکھی کے طور پر تو استعمال کیا جاتا ہے مگر اس کے عملی نفاذ و ترویج کے لیے مخلصانہ مساعی ہمیشہ ناپید رہی ہیں۔

آج اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد اور اسکے تقاضوں کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیا جائے تو اس مقدس جدوجہد کے کارکنوں کو تین محاذوں کا سامنا ہے۔

○ اسلامی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں حکمرانوں کی غیر دلچسپ روش اور غلط ترجیحات کیساتھ نو آبادیاتی دور کی یادگار انتظامی و عدالتی ڈھانچے کا منفی اور معاندانہ طرزِ عمل جس کی وجہ سے اسلامی قوانین نافذ ہونے کے بعد عملدرآمد نہ ہونے سے اسلامی نظام اور اسلامی قوتوں کو شدید نظریاتی و عملی نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

○ اسلامی قوانین و احکام کی چودہ سو سالہ اجماعی تعبیر و تشریح کے خلاف تجدد پسندوں کی یلغار جس کا مقصد اسلام کے نام کو باقی رکھتے ہوئے تعبیر و اجتہاد کے مقدس لیبل کے ساتھ اسلامی احکام و قوانین کو مکمل طور پر مغربیت کے سانچے میں ڈھالنا ہے۔ پردہ، عورت کی شہادت اور دیت جیسے مسائل پر تجدد پسندوں کا حملہ اور حکومت اور اپوزیشن دونوں کیمپوں میں بیٹھے ہوئے ذمہ دار افراد کی طرف سے اس یلغار کی پشت پناہی سے تجدد پسندوں کے عزائم اور ان کی قوت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور اب تو بات یہاں تک آپہنچی ہے کہ عقائد کے سوا ہر بات میں اجتہاد ہو سکتا ہے اور اجتہاد کے لیے بھی عالم ہونا اور عربی زبان جاننا ضروری نہیں بلکہ وکلاء بہتر طور پر اجتہاد کر سکتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جناب جاوید اقبال نے گذشتہ دنوں فیصل آباد بار ایسوسی ایشن کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کھلے بندوں کیا ہے۔ اس کی رپورٹ روزنامہ جسارت کراچی کے ۲۸ اکتوبر کے شمارے ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

○ اسلام کو اپنے مخصوص مقاصد کی راہ میں رکاوٹ سمجھنے والے سیاستدان جنہیں ابتلاء مصیبت کے وقت تو اسلام کے دامنِ عافیت و رحمت میں پناہ لینے میں کوئی حجاب محسوس نہیں ہوتا لیکن جب اسلام کے ساتھ وفاداری کے اظہار کا وقت آتا ہے، اچانک ان کی پٹاریوں سے سوشلزم، سیکولرازم اور آزاد خیالی کے زہریلے سانپ باہر نکل کر پھنکارنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر انہیں اسلام میں "ملازم" اور "تھیا کریسی" کے جراثیم دکھائی دینے لگتے ہیں۔ ان لوگوں کے تضاد اور منافقت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ ان میں سے بہت سے لیڈر ۷۷ء میں قرآن پاک ہاتھوں میں اٹھائے نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکمل نفاذ تک متحد رہنے کا قوم کے ساتھ عہد کر رہے تھے مگر آج وہ سیکولرازم اور سوشلزم کا پرچم تھامے "عوام کی حکمرانی" کے نام سے اسلام کی نفی کر رہے ہیں اور آج بھی ایک طرف ان میں سے

بعض جماعتیں تحریک بحالی جمہوریت (ایم۔آر۔ڈی) کے نام سے ایک اتحاد میں شامل ہو کر ۷۳ء کے آئین کی بحالی کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ جس کے تحت ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہے لیکن دوسری طرف وہی جماعتیں اس سانس میں اپنی جماعتی قرار دادوں کی صورت میں سوشلزم ، سیکولرازم اور سیاست کی مذہب سے لاتعلقی کا تصور پیش کر رہی ہیں اور پھر اسی نام نہاد تحریک بحالی جمہوریت کے راہنما جمہور مسلمانوں کے مؤقف اور مطالبات کے علی الرغم قادیانیوں کی کھلم کھلا حمایت کر کے دین کے بارے میں اپنے منفی طرز عمل کا اعلانیہ اظہار کر رہے ہیں۔

یہ صورت حال نظام شریعت کے نفاذ کی جدوجہد کرنے والوں کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اس معنی میں نہیں کہ انہیں پیچیدہ اور مشکل جنگ لڑنی ہے یا نہیں بلکہ اس طور پر کہ جنگ تو بہرحال لڑنی ہے لیکن اس شش جہتی جنگ کے تقاضوں سے وہ کہاں تک عہدہ برآ ہو پاتے ہیں آیئے اس مرحلہ میں ہم یہ عہد کریں کہ اسلام کی اس مقدس جنگ سے کسی قیمت پر دستبردار نہیں ہوں گے۔ ہماری جنگ جاری رہے گی۔ حکمرانوں، تجدید پسندوں اور موقع پرست سیاستدانوں میں سے کسی کو ہم اس بات کا موقع نہیں دیں گے کہ وہ اسلام کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر سکیں یا اسلام سے انحراف کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔ اس ملک کا مقدر اور اس وطن کا وجود اسلام کے ساتھ وابستہ ہے اور حق پرستوں کا یہ عہد ہے یہاں اسلام کے سوا اور کسی نظام کو کسی قیمت پر نہیں چلنے دیں گے۔

سیاسی عمل کی بحالی

اسلامی نظام کے نفاذ کے بعد اس ملک کا دوسرا بڑا مسئلہ ۷۳ء کے دستور کی عملداری، سیاسی عمل کی بحالی اور آزادانہ انتخابات کے ذریعہ نمائندہ حکومت کی تشکیل کا ہے۔ ۷۳ء کے دستور اور سیاسی عمل کے مسلسل تعطل سے ملک سیاسی طور پر کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ ملک کے مختلف حصوں کے عوام کے درمیان بے اعتمادی اور شکوک و شبہات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ حکومت اور عوام کے درمیان فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ بیرونی ریشہ دوانیوں کو در آنے کا موقع مل رہا ہے۔ استعماری قوتوں کی دلچسپیاں روز افزوں ہیں علاقائی عصبیتیں فروغ پا رہی ہیں۔ وطن دشمن عناصر کی سرگرمیاں زیر زمین بلکہ زمین کے اوپر بھی جاری ہیں۔ مگر محب وطن عناصر کو سیاسی پابندیوں اور قدغنوں کی زنجیروں میں جکڑ کر بالواسطہ طور پر وطن دشمن عناصر کے ہاتھ مضبوط کیے جا رہے ہیں۔ ان تمام مسائل کا حل ۷۳ء کے دستور کی عملداری اور جمہوری عمل کی غیر مشروط بحالی ہے۔ لیکن حکومت سیاسی خلاء کو پر کرنے کے لیے غیر معروف اور غیر مسلمہ طریقوں کا سہارا لے رہی ہے۔ جس سے بحران کے حل ہونے کی بجائے زیادہ سنگین ہو جانے کا خطرہ ہے۔

حکومت اگر بحران کو حل کرنے میں مخلص ہے تو اسے ۷۳ء کے دستور کی بحالی، سیاسی پابندیوں کے خاتمہ اور جماعتی بنیادوں پر آزادانہ انتخابات کے انعقاد کی واضح پالیسی کا اعلان کرنا چاہیے ورنہ سیدھے سادے حل سے انحراف اور غیر جماعتی انتخابات کے ذریعے ایک نئی کنونشن لیگ کی تشکیل کے ذریعے سیاسی خلاء کو پر نہیں کیا جا سکے گا اور نظریاتی و جغرافیائی خطرات سے دوچار ملک کے ساتھ یہ اٹھکیلیاں ملک کے دائرہ تحمل سے تجاوز کر گئیں تو قوم اور تاریخ موجودہ حکمرانوں کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

علاقائی صورت حال

پاکستان کو علاقائی طور پر جن خطرات و خدشات کا سامنا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ سنگین مسئلہ افغانستان میں روس کی مسلح مداخلت و جارحیت ہے۔ جو ظاہر ہے کہ اپنے اصل مقاصد کے لحاظ سے افغانستان کی سرزمین تک محدود نہیں ہے بلکہ اس نے پاکستان سمیت جنوبی ایشیا کے ممالک کی آزادی اور سلامتی کو خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ ایران کے انقلاب کے بعد اس انقلاب کے اثرات کو گرد و پیش ممالک تک وسعت دینے کی کوششیں عراق ایران جنگ، مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے ہاتھوں فلسطینی عوام کی مسلسل تباہی، لبنان کی خانہ جنگی، بنگلہ دیش کی داخلی صورت حال اور بھارت میں مسز اندرا گاندھی کے عبرتناک قتل کے بعد اندرونی کشمکش کا بڑھتا ہوا الاؤ یہ ایسے مسائل ہیں جنہیں نہ تو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کے براہ راست یا بالواسطہ اثرات سے پاکستان کلی طور پر محفوظ رہ سکتا ہے۔ اس تمام تر صورت حال

کا واحد حل پاکستان کا نظریاتی استحکام اور جہاد کے لیے پاکستانی نوجوانوں کی نظریاتی و عملی تیاری ہے۔ پاکستان کو نظریاتی لحاظ سے مستحکم کر کے اور پاکستانی قوم بالخصوص نوجوانوں کو جہاد کے لیے عملاً تیار کر کے ہی ہم خطرات کے اس بڑھتے ہوئے طوفان کا سامنا کر سکتے ہیں۔ اس کے بغیر نہ تو اندرونی سازشوں کو بے اثر بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی بیرونی خدشات و خطرات سے تحفظ کی کوئی صورت ممکن ہے؟

عالمی قوتوں پر بھروسہ کے سوراخ سے ایک بار ڈسے جانے کے بعد دوسری اور تیسری بار اسی سوراخ کا رخ کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ پاکستان کے ارباب حل و عقد کو یہ حقیقت جتنی جلد سمجھ میں آجائے ملک مفاد میں اتنا ہی بہتر ہوگا۔ امریکہ اور روس دونوں عالم اسلام کے کھلے دشمن ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی دوستی پر بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

عالمی کشمکش

اس کے ساتھ ہی عالمی منظر پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں عالمی طاقتوں کی رواتی کشمکش اور اجارہ داری نے چھوٹے ممالک کو جس طرح اقتصادی اور سیاسی مجبوریوں کے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے، اس نے آزادی اور خود مختاری کا مفہوم مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔

امریکہ، روس اور ان کے حواریوں نے فوجی، اقتصادی اور سیاسی ہر لحاظ سے اپنی اجارہ داریوں کو مستحکم کر رکھا ہے۔ اقوام متحدہ ایسا ادارہ ان ممالک کی اجارہ داری اور ویٹو پاور کے آگے بے بس ہے اور مظلوم کے دل کی بھڑاس نکل جانے کے سوا اس ادارہ کا اور کوئی مصرف باقی نہیں رہا۔

کشمیر، فلسطین، افغانستان اور دیگر مسائل پر اقوام متحدہ کی قرار دادوں کا حشر سب کے سامنے ہے۔ غیر جانبدار تحریک بھی بڑی طاقتوں کی اجارہ داری کا جال توڑنے میں کامیاب نہیں ہوئی۔ اور نیا عالمی اقتصادی نظام وضع کرنے کا خواب ابھی تعبیر کے مرحلہ کے قریب نہیں پہنچا۔ عالم اسلام کیساتھ دونوں بڑی طاقتوں کا رویہ ایک جیسا ہے۔ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ عالم اسلام ایٹمی توانائی نہ حاصل کر پائے۔ اپنے وسائل کو مجتمع نہ کر سکے اور اتحاد و استحکام کی منزل کی طرف نہ بڑھ سکے۔ مشرق وسطیٰ میں امریکہ کی گولی مسلمانوں کے سینے سے پار ہو رہی ہے اور افغانستان میں روس کی گولی سے مسلمانوں کا وجود چھلنی ہو رہا ہے۔

ان حالات میں عالم اسلام کے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ وہ بڑی طاقتوں کے چنگل سے نکلنے کی سنجیدہ اور اجتماعی کوشش کرے اور ملت اسلامیہ کے وسائل اور توانائیوں کو مجتمع کر کے ملت اسلامیہ کے اتحاد کی طرف سنجیدہ اور ٹھوس پیش رفت کی جائے۔

اقتصادی صورت حال

ملک کی اقتصادی و معاشی حالت بھی انتہائی ناگفتہ بہ ہے ملکی معیشت بیرونی قرضوں کے بوجھ تلے کراہ رہی ہے اور ملکی وسائل کا بیشتر حصہ قرضوں کی ادائیگی کی نذر ہو جاتا ہے اور جو کچھ بچتا ہے اس کا بیشتر حصہ دفاع، افسر شاہی کے اللوں تللوں اور دیگر غیر ترقیاتی مدات پر صرف ہوتا ہے۔ دفاع تو خیر ہماری ضرورت اور مجبوری ہے لیکن اس قدر غریب ملک پر اتنی بھاری بھرکم انتظامیہ کا بوجھ اور پھر افسر شاہی کے تعیشات اور ناز برداریوں پر خرچ ہونے والی رقوم کا آخر کیا جواز ہے۔ انتظامیہ کے عہدے اور اسامیاں دوگنی چوگنی ہوتی جا رہی ہیں۔ تنخواہوں اور سہولتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے پریسٹیج، پروٹوکول اور افسر شاہی کے دیگر لوازمات قومی دولت کو گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں۔

معاشرہ میں امیر و غریب کا فرق بڑھتا جا رہا ہے۔ گلبرگ اور کچی آبادیوں کے درمیان تفاوت کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے یہاں ایک قوم نہیں دو الگ الگ قومیں آباد ہیں حالانکہ اسلام ایک ایسے غیر طبقاتی معاشرہ کا داعی ہے۔ جس میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا معیار زندگی ایک ہو اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور بلال کی بود و باش کو دیکھ کر کوئی شخص یہ فرق نہ کر سکے کہ ان میں کروڑ پتی کون ہے اور مفلس کون ہے؟

عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ بڑھتا جا رہا ہے اور ایک ٹیکس وصول نہ ہونے پر دوسرا ٹیکس عائد کر دیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ادا کرنے والے کو تو دونوں ادا کرنے پڑتے ہیں اور چوری کرنے والا دونوں سے بچ جاتا ہے۔ ٹیکسوں کی وصولی کا نظام بہتر بنانے کی بجائے ان میں اضافہ کرتے چلے جانے کی روش نے کاروباری حلقوں کو تنگ پریشان کر رکھا ہے۔

سابقہ حکومت نے محنت کشوں کو ابھار کر طبقاتی کشمکش کو

فروغ دینے کی جو کوشش کی تھی۔ اس کی بے رزی شعور نے مذمت کی لیکن موجودہ حکمران دوسری طرف انتہا کو چلے گئے۔ انہوں نے محنت کشوں کو اپنی لغت سے ہی خارج کر دیا اور سات برس گزر چکے اب تک محنت کش لیبر پالیسی کے انتظار میں ہیں کہ شاید نئی پالیسی ان کی گردن پر اخراجات کے شکنجے کی گرفت کو کچھ ڈھیلا کرسکے۔

مہنگائی کے ہاتھوں پوری قوم بالخصوص تنخواہ دار طبقہ بے بس ہے۔ اخراجات اور اشیاء ضرورت کی قیمتوں میں روز افزوں اضافہ اور قوت خرید میں مسلسل کمی نے متوسط اور چھوٹے طبقوں کے گھریلو بجٹ کو تلپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس صورت حال میں یہ ضروری ہے کہ مجموعی اقتصادی و معاشی ڈھانچے پر نظرثانی کی جائے۔ اسلام کے واضح اصولوں پر سادہ نظام معیشت کو اپنایا جائے افسر شاہی کے اللوں تللوں اور پرتعیش اخراجات کو حذف کر کے انہیں عام لوگوں کی طرح سادہ زندگی گذارنے پر مجبور کیا جائے اور تنخواہوں کے درمیان ایک گریڈ سے ۲۲ گریڈ کے درمیان پائے جانے والے تناسب کو کم سے کم کر کے چھوٹے درجے کے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے اور قومی پالیسی کے طور پر اشیاءً ضرورت کی قیمتوں اور عام آدمی کی قوتِ خرید کے درمیان توازن قائم کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔

قادیانی مسئلہ

قادیانی مسئلہ بھی ہمارے ملک کا ایک سنگین اور اہم مسئلہ ہے جس کا تعلق ملت اسلامیہ کے اعتقادات اور ملک کی نظریاتی بنیادوں کے ساتھ بھی ہے اور ملک کی سالمیت کے ساتھ بھی اس مسئلہ کا گہرا ربط ہے۔ قادیانی گروہ کو فرنگی اقتدار کے دور میں بیرونی آقاؤں نے استعماری مقاصد کے لیے آلۂ کار کے طور پر قائم کیا تھا۔ جو اب تک استعماری قوتوں کے آلۂ کار کے طور پر کام کر رہا ہے۔ پاکستان میں کلیدی اسامیوں پر اس گروہ کے افراد کی موجودگی ملکی سالمیت کے تقاضوں کے منافی ہے۔ اس فتنہ کے خلاف ۵۳ء، ۷۴ء اور ۸۴ء کی تحریکاتِ ختم نبوت میں مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر نے متحد ہو کر جو مطالبات کیے ان میں سے بعض موجودہ حکمرانوں نے منظور کر لیے ہیں لیکن قادیانی جارحیت کا سلسلہ دراز ہوتا جا رہا ہے۔ مولانا محمد اسلم قریشی کے اغواء کو پونے دو سال ہو چکے ہیں مگر ان کا سراغ نہیں مل سکا۔ مولانا اللہ یار ارشد اور صوفی محمد رمضان کے اغواء کی وارداتیں اور اس کے بعد ساہیوال میں قادیانیوں کے ہاتھوں چوہدری نعمت علیؒ، قاری بشیر احمدؒ اور اطہر رفیق کی المناک شہادت اس سفاک گروہ کے جارحانہ عزائم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ تحریک ختم نبوت کے مطالبات کی طرف سنجیدگی کے ساتھ توجہ دے اور ان مطالبات کو پورا کر کے ملت اسلامیہ کے اطمینان کا سامان فراہم کرے۔

امن عامہ کی صورت حال

ملک میں امن عامہ کی صورت حال بھی سنجیدہ غور و خوض کی متقاضی ہے۔ قتل، ڈکیتی، چوری، عصمت دری اور اغواء کی وارداتوں میں مسلسل اضافہ نے عوام میں جان و مال اور آبرو کے تحفظ کے سلسلہ میں بے یقینی کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔

فوجی عدالتوں، شرعی عدالتوں اور عام عدالتوں کی صورت میں بیک وقت تین قانونی نظاموں کی موجودگی جرائم پر قابو پانے کی بجائے ان میں اضافہ کا باعث بنی ہے۔ رشوت اور بدعنوانی بڑھ گئی ہے۔ انصاف تک عام آدمی کی رسائی مشکل ہو گئی ہے اور انصاف کو اصول اور قانون کی بجائے دولت اور سفارش کے پیمانے سے ماپا جا رہا ہے۔ ایک حکومت کی سب سے بڑی ذمہ داری شہریوں کی جان و مال و آبرو کا تحفظ ہوتی ہے۔ اور جو حکومت اس اہم ترین ذمہ داری سے بھی عہدہ برآہ نہ ہو سکے اس کے پاس اقتدار پر فائز رہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا۔ حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور قانون کی حکمرانی عملی طور پر قائم کر کے شہریوں کی جان و مال اور آبرو کے تحفظ کا عملی احساس دلائیں۔

فرقہ واریت کی تباہ کاریاں

آخر میں فرقہ واریت کی تباہ کاریوں کی طرف قومی حلقوں اور علماء کرام کی توجہ دلانا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ فرقہ واریت جسے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ارشاد گرامی میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شکل قرار دیا ہے۔ بلاشبہ آج عذاب

خداوندی کی صورت میں ہم پر مسلط ہے اس وقت پاکستان میں فرقہ واریت اور گروہی کشیدگی کا اظہار دو محاذوں پر ہو رہا ہے ایک طرف بریلوی دیوبندی کشمکش ہے جس میں ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتووں اور نفرت کی مہم کے علاوہ مسجدوں پر مخالفانہ قبضہ کا سلسلہ جاری ہے۔ اور یہ سلسلہ اب پاکستان کی سرحدوں سے نکل کر یورپ اور افریقہ تک جا پہنچا ہے۔ مغربی ممالک میں مقیم پاکستانیوں اور ایشیائی مسلمانوں کو بھی ان فرقہ پرست جنونیوں نے چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ وہاں بھی مسجدوں پر مخالفانہ قبضے ہو رہے ہیں اور جھگڑوں کی صورت میں یورپین پولیس کتوں کے ذریعہ مسجد خالی کرا کے مقفل کر رہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گذشتہ دنوں ایک ذمہ دار پاکستانی شخصیت نے لندن سے واپسی پر بیان دیا کہ وہاں کے سنجیدہ حلقوں کا سب سے بڑا مطالبہ یہ ہے کہ خدا کے لیے پاکستان سے ایسے حضرات کو لندن بھیجنے پر پابندی لگا دو۔ ان کی روش نے ہمیں دشمن کے سامنے ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔ یہ کس قدر افسوسناک صورت حال ہے اور اس سے اسلام کو کس قدر نقصان پہنچ رہا ہے ایسا کرنے والے یقیناً اسلام کی کوئی خدمت نہیں کر رہے بلکہ شعوری یا غیر شعوری طور پر کمیونسٹوں، قادیانیوں اور دیگر لادین عناصر کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔ ہماری تجویز اور خواہش ہے کہ دونوں مکاتب فکر کے سنجیدہ راہنما مل کر اس مسئلہ کا حل نکالیں اور ایک ایسا متفقہ ضابطۂ اخلاق طے کریں جس سے جھگڑوں کی شدت کو کم کیا جا سکے طویل سمع خراشی پر معذرت خواہ ہوں۔ لیکن ان اہم قومی و دینی مسائل پر اظہار خیال ضروری تھا۔ ان گذارشات اور ان سے قبل نظام العلماء پاکستان کی مرکزی مجلس عمومی کی قراردادوں کی صورت میں جماعتی موقف اور پالیسی آپ کے سامنے آ چکی ہے۔ ازراہ کرم اپنی صفوں کو منظم کریں اور مرکزی مجلس عمل کے فیصلوں کے مطابق جماعتی مقاصد کی تکمیل کی خاطر کمربستہ ہو جائیں۔ ان دینی و قومی مقاصد کی خاطر جدوجہد ہمارا فرض ہے اور جب ہم خلوص دل کے ساتھ اس جدوجہد میں آگے بڑھیں گے تو اللہ رب العزت کی مدد ضرور ہمارے شامل ہوگی کیونکہ اس ذات کریم کا وعدہ ہے کہ "ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔"

اٹک شہر میں قادیانی گھرانے کا قبولِ اسلام

"قادیانیت میں جھوٹ کے سوا اور کچھ نہیں" نومسلم کا اعلان

اٹک شہر (رپورٹ عابد صدیقی) اٹک میں ایک قادیانی مسمی ناصر احمد نے معہ اہل و عیال مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی امیر مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی کے دست مبارک پر اسلام قبول کر لیا ہے۔ قبول اسلام کے بعد انہوں نے بتایا کہ میں وسیع تر مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قادیانیت میں جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔ ان کے قبولِ اسلام کے موقع پر جامعہ مدنیہ میں کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ تو مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی نے اسلام کی حقانیت اور مرزائیت کی تردید کے موضوع پر ایک مفصل تقریر کی۔ اس کے بعد نومسلم جناب ناصر احمد کے نکاح کی تجدید کی گئی۔ ان کی بیوی نے بھی کہا کہ میں بلا جبر و اکراہ اسلام قبول کرتی ہوں۔ مرزا غلام احمد کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے سابقہ گناہ معاف فرمائے اور ہمیں دین حق پر استقامت کی توفیق بخشے۔

اٹک شہر کے دینی حلقوں نے ناصر احمد کے قبول اسلام پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا ہے۔ تقریب کے موقع پر چیئرمین بلدیہ شیخ آفتاب احمد، شہر کے معروف سماجی اراکین مجلس تحفظ ختم نبوت کے نمائندے، کونسلر حضرات، اخباری نمائندے بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔

بقیہ:- طرزِ معاشرت

کی تصویر جو کتابوں اور اخبار و رسائل میں عام شائع ہوتی ہے واضح غلطی اور گناہ ہے، ضروری ہے کہ لوگوں کو اس سے ڈرایا جائے اور خالص توبہ کی نصیحت کی جائے۔

ماخوذ از: "الجواب المفید فی حکم التصویر"

مؤلفہ: علامہ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

اردو ترجمہ "تصویر کی شرعی حیثیت" جناب عبدالستار حماد فاضل مدینہ منورہ

مطبوعہ لاہور

قسط نمبر ۲

قادیانیت کے خلاف

حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری کا جہاد

مرتبہ: حضرت مولانا کوثر ندوی صاحب

فرمایا: مرزا صاحب نے آیاتِ قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے جیسا کہ آیت هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ الآية کے متعلق کہا کہ اس میں میرا ذکر ہے۔ اور دوسری جگہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ الآية میں کہا کہ اس میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی، اسی طرح اور کئی تصریحات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آیاتِ قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کرتے تھے۔ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کی توہین اور حضرت مریم ؑ کی شان میں بھی گستاخی کی ہے۔ ان سب سے قرآن مجید کی صریح آیات کی تکذیب ہوتی ہے۔

وکیلِ قادیانی نے مرزا صاحب کی طرف سے صفائی میں بعض عبارتیں ایسی پیش کیں۔ جن سے انبیاء علیہم السلام کی مدح نکلتی ہے۔ تو اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب رح نے فرمایا کہ

"جب ایک جگہ کلماتِ توہین ثابت ہوگئے تو دوسری ہزار جگہ بھی کلماتِ مدحیہ لکھے ہوں اور ثناخوانی کی ہو تو وہ کفر سے نجات نہیں دلا سکتے، جب کہ تمام دنیا اور دین کے قواعد مسلّمہ اس پر شاہد ہیں کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کی اتباع اور اطاعت گذاری کرے اور مدح و ثنا کرتا ہے لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توہین کر دیا کرے، تو کوئی انسان اس کو واقعی مطیع و معتقد نہیں کہہ سکتا۔

فرمایا:-

"مدحیہ اشعار تحقیقی نہیں ہوتے، بلکہ بشر کے کلام اٹکل کے ہوتے ہیں۔ اور شاعرانہ محاورہ نئی نوع کلام کی تسلیم کی گئی ہے۔ فرق یہ ہے کہ جو خدا کا کلام ہوگا تو وہ عقیدہ ہوگا اور وہ کسی طرح اٹکل نہ ہوگی بلکہ حقیقتِ حال ہوگی، نہ کم نہ بیش اور بشر انتہائی حقیقت کو نہیں پہنچتا، تخمینی الفاظ کہتا ہے اور خود شاعر کی نیت بھی اس کو عالم سے منوانا نہیں ہوتی۔ پھر جھوٹے اور شاعر میں یہ فرق ہے کہ جھوٹا کوشش کرتا ہے کہ میرے کلام کو لوگ سچ مانیں اور شاعر کی یہ کوشش بالکل نہیں ہوتی بلکہ وہ خود بھی سمجھتا ہے کہ لوگ میرے اس کلام کو حقیقت پر نہیں سمجھیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے خود اپنی کتاب دافع البلاء کے صفحہ ۲۰ پر لکھا ہے کہ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔

انبیاء علیہم السلام میں باہمی فضیلت کا باب فرقِ مراتب کا ہے۔ اور جو پیغمبر افضل ہے تو کسی قرینہ سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کسی دوسرے سے افضل ہے اور نبی کریم ؐ سے یہ فرقِ مراتب اس احتیاط سے امت کو پہنچا ہے کہ اس سے فوق متصور نہیں لیکن ایسی فضلت دینا کسی پیغمبر کو اگرچہ واقعی ہو جس سے دوسرے کی توہین لازم آتی ہو کفر صریح ہے۔

مرزا صاحب کے عقائد کے متعلق فرمایا:-

مرزا صاحب کی پیدائش چونکہ مسلمان گھرانہ میں ہوئی تھی اور نسلی کافر نہیں تھے۔ اس لیے ابتداءً ان کی نشوونما تمام اسلامی عقائد پر ہوئی اور وہ ان کے پابند رہے۔ پھر تدریجاً ان سے الگ ہونا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ آخری اقوال میں بہت سے ضروریاتِ دین کے قطعاً مخالف ہوگئے۔

دوسرے یہ کہ انہوں نے باطل اور جھوٹے دعووں کو رواج

دینے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی کہ اسلامی عقائد کے الفاظ وہی قائم رکھے۔ جو قرآن مجید و احادیث میں مذکور ہیں، اور عام و خاص مسلمانوں کی زبان پر جاری ہیں لیکن ان کے حقائق کو ایسا بدل دیا کہ جس سے ان عقائد کا بالکلیہ انکار ہوگیا (مثلاً جس طرح سے نفخ صور یا قیامت کی خبر قرآن مجید و حدیث میں آئی ہے اس سے بالکل انکار ہے۔ صرف ظاہری الفاظ رکھے مگر معنی الٹ دیئے) اس لیے ان کی کتابوں سے ایسے اقوال پیش کرنا جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعض عقائد میں اہلسنت والجماعت کے ساتھ متفق ہیں۔ ان کے اقوال و افعال کفریہ کا کفارہ نہیں بن سکتے۔ جب تک اس کی تصریح نہ ہو کہ جو عقاید کفریہ انہوں نے اختیار کیے تھے۔ ان سے توبہ کر چکے ہیں۔ اور جب تک توبہ کی تصریح نہ ہو، چند عقاید اسلام کے الفاظ کتابوں میں لکھ کر کفر سے نہیں بچ سکتے کیونکہ زندیق اسی کو کہا جاتا ہے جو عقائد اسلام ظاہر کرے اور قرآن و حدیث کے اتباع کا دعویٰ کرے۔ لیکن ان کی ایسی تاویل و تحریف کردے۔ جس سے ان کے حقائق بدل جائیں۔ لہذا جب تک اس کی تصریح نہ دکھلائی جائے کہ مرزا صاحب ختم نبوت اور انقطاع وحی کے اس معنیٰ کے لحاظ سے قائل ہیں۔ جس معنیٰ سے کہ صحابہ و تابعین اور تمام اُمت محمدیہ قائل ہے۔ اس وقت تک ان کی کسی ایسی عبارت کا مقابلہ میں پیش کرنا مفید نہیں ہوسکتا جس میں خاتم النبیین کے الفاظ کا اقرار کیا ہو۔

اسی طرح نزول مسیح وغیرہ عقائد کے الفاظ کا کسی جگہ اقرار کرلینا یا لکھ دینا بغیر تصریح مذکور کے ہرگز مفید نہیں ہے، خواہ وہ عبارت تصنیف میں مقدم ہو یا موخر۔

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مرزا صاحب اپنی آخر عمر تک دعویٰ نبوت پر قائم رہے اور اپنے کفریہ عقایدسے توبہ نہیں کی، علاوہ ازیں اگر یہ ثابت بھی نہ ہو تو کلمات کفریہ اور عقائد کفریہ کہنے اور لکھنے کے بعد اس وقت تک ان کو مسلمان نہیں کہہ سکتے جب تک ان کی طرف سے ان عقائد سے توبہ کرنے کا اعلان نہ پایا جائے اور یہ اعلان ان کی کسی کتب یا تحریر سے ثابت نہیں کیا گیا۔

مرزا صاحب کے ایک قول سے جو تریاق القلوب حاشیہ ص ۱۴۷ سے نقل کیا گیا ہے اور جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتب وجود دوریہ ہیں۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خو، طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً ڈھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمدؐ کے نام سے پکارا گیا۔"

حضرت شاہ صاحب رحؒ نے حسب ذیل نتائج اخذ فرمائے۔

(۱) اس قول سے لازم آیا کہ سرور عالم محمدؐ کوئی چیز نہیں تھے اور آپؐ کا تشریف لانا بعینہٖ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تشریف لانا ہے، گویا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہیں۔ اور اصل ابراہیمؑ ہے اور آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگئے۔ اور چونکہ ظل اور صاحب ظل میں مرزا صاحب کے نزدیک عینیت ہے۔..............

اس سے ....

صاف لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وجود بالاستقلال نہیں اور نہ ان کی نبوت کوئی مستقل شئے ہے

(۲) رسول اللہ! ابراہیمؑ کے بروز ہوئے اور خاتم النبیین آپ ہوئے کہ خاتم بروز اور ظل ہوتا ہے۔ صاحب ظل اور اصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح مرزا صاحب آنحضرتؐ کے بروز ہوئے تو خاتم النبیین مرزا صاحب ہوئے نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔

(۳) جب رسول اللہ صلی علیہ وسلم حضرت ابراہیمؑ کے بروز ہوئے تو جملہ کمالات نبوت اگر مجتمع ہوں گے تو حضرت ابراہیمؑ میں ہوں گے نہ کہ آنحضرتؐ میں اور یہ باطل و بے معنیٰ ہے۔

فرمایا :-

مرزا صاحب کی کتابیں دیکھنے سے یہ بات پوری طرح روشن ہوجاتی ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چند ہی مسائل کا تکرار اور دور ہے، ایک ہی مسئلہ اور ایک ہی مضمون کو بیسیوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے اور پھر سب اقوال میں اس قدر تہافت و تعارض پایا جاتا ہے اور خود مرزا صاحب کی ایسی پریشان خیالی ہے اور بالقصد ایسی روش اختیار کی ہے جس سے نتیجہ گڑبڑ رہے اور ان کو بوقت ضرورت مخلص و مفر باقی رہے۔

چنانچہ کہیں تو وہ ختم نبوت کے عقیدہ کو اپنے مشہور اجماعی معنی کے ساتھ قطعی اور اجماعی عقیدہ کہتے ہیں اور کہیں ایسے عقیدہ بتلانے والے مذہب کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں۔ کہیں حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو تمام امت محمدیہ کے عقیدہ کے موافق متواتراتِ دین میں داخل کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں اور کہیں اس عقیدہ کو مشرکانہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔

حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے متعلق مرزا صاحب کے جو اقوال ان کی کتب دافع البلاء اور ضمیمہ انجام آتھم وغیرہ میں پہلی ان کتابوں سے پیش کرکے یہ دکھلایا گیا تھا۔ کہ ان میں بہت ہی سب وشتم درج ہے۔ ان کے بارے میں وکیل قادیانی نے جواب دیا کہ ان میں عیسائی مخاطب ہیں اور ان اقوال میں ان لوگوں کے اعتقادات کے مطابق۔ جو ان کی کتابوں میں درج ہیں۔ انہیں الزامی جواب دیے گئے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے ان دشنام آمیز الفاظ کو اپنی شہادت میں بسلسلۂ توہین عیسیٰ علیہ السلام بیان نہیں کیا، اور کہا کہ میں موجب ارتداد مرزا صاحب کے سلسلہ میں اس قسم کی کوئی خطا پیش نہیں کرتا جس میں کہ مجھے نیت سے بحث کرنی پڑے بلکہ میں اس چیز کو لیتا ہوں۔ جسے انہوں نے قرآن کی تفسیر بنایا ہے اور اسے حق کہا ہے۔

غرض میں نے مرزا صاحب کی نیت پر گرفت نہیں کی، زبان پر کی ہے اور نہ ہی وجہ ارتداد میں تعریض کو لیا ہے۔ بلکہ جس ہجو کو اس نے قرآن مجید سے مستند کیا اور اسے قرآن مجید کی تفسیر گردانا اور جس ہجو کو اپنی جانب سے حق کہا ہے اس کو وجہ ارتداد قرار دیا۔ اور اس ضمن میں مرزا صاحب کے حسب ذیل اقوال داخل کیے:۔

۱۔ "مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔"

۲۔ عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں، مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔"

اس سے صریح حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی توہین نکلتی ہے کیونکہ "میرے نزدیک" اور "حق بات" کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کے اپنے فیصلہ کے الفاظ ہیں۔

وکیل قادیانی نے صوفیاء کرام کے بعض ایسے قابل اعتراض اقوال پیش کیے۔ جو مرزا صاحب کے اقوال کے مشابہ ہیں، اور باوجود ان اقوال کے ان کو مسلمان کہا جاتا ہے۔ تو حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا:۔

ہم نے اولیاء اللہ کو ان کی طہارت، تقدس وتقویٰ کی بے شمار خبریں سن کر اور ان کے شواہد افعال واعمال اور اخلاق سے تائید پاکر ان کو ولی مقبول تسلیم کر لیا ہے۔ تو ان کے بعد اگر کوئی کلمہ مغائر یا موہم ہمارے سامنے ان کا آتا ہے تو ہم اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کی توجیہ کریں اور حل نکالیں۔

لیکن کسی شخص کی راست بازی ثابت ہونے سے پیشتر ہی اس کے شطحیات (مغالطہ میں ڈالنے والے کلمات) پیش کر کے اس کو مسلّم الثبوت مقبولوں پر قیاس کرنا عاقل کا کام نہیں نہ ان کی تاویل کی ضرورت۔

حاصل یہ کہ کسی کی راست بازی اگر جداگانہ کسی طریق اور دلیل سے معلوم ہو چکی ہو تو ہم محتاج تاویل وتوجیہ ہوں گے۔ اور اگر زیر بحث صرف یہی کلمات موہم اور مغالطہ آمیز ہیں۔ اور اس سے پیشتر کچھ سامان خیر کا ہے ہی نہیں تو ہم یہ کھوٹی پونجی اس کے منہ پر ماردیں گے۔

قادیانی وکیل نے کہا کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں اور جو کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللہ کہے اس کو بھی کافر کہنا درست نہیں اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا:۔

یہ بات کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ہے بے علمی اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ حسب تصریح واتفاق علماء اہل قبلہ کے یہ معنیٰ نہیں کہ جو قبلہ کی طرف منہ کرے وہ مسلمان ہی ہے چاہے سارے عقائد اسلام کا انکار ہی کرے۔

قرآن مجید میں منافقین کو عام کفار سے زیادہ کافر ٹھہرایا گیا حالانکہ وہ فقط قبلہ کی طرف منہ ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ تمام ظاہری احکام اسلامیہ بھی ادا کرتے تھے۔

اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہ اتفاق کیا ضروریات دین پر اور اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کی مراد یہ ہے کہ کافر نہ

ہوگا جب تک کہ نشانی کفر کی اور علامت کفر کی اور کوئی چیز موجبات کفر میں سے نہ پائی گئی ہو۔

ایک اعتراض یہ کیا گیا کہ قادیانی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ عام ارکان اسلام کے پابند ہیں اور تبلیغ اسلام میں کوشش کرتے ہیں پھر ان کو کافر کیسے کہا جائے گا؟ اس کے جواب میں فرمایا:۔

صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ایک قوم ایسی آئے گی۔ جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود فرماتے ہیں کہ دین اسلام سے نکل جائے گی۔ اور ان کو قتل کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ یہ لوگ نماز روزے کے پابند ہوں گے۔ بلکہ ظاہری خشوع خضوع کی کیفیات بھی ایسی ہوں گی کہ ان کے نماز روزے کے مقابلہ میں مسلمان اپنے روزے کو بھی ہیچ سمجھیں گے۔ لیکن اس کے باوجود جب کہ بعض ضروریات دین کا انکار ان سے ثابت ہو تو ان کی نماز روزہ وغیرہ ان کو حکم کفر سے بچا نہ سکی۔

ایک اعتراض یہ کیا گیا کہ فقہاء نے ایسے شخص کو مسلمان ہی کہا ہے جس کے کلام میں ۹۹ وجوہات کفر کی موجود ہوں۔ اور صرف ایک وجہ اسلام کی۔ اس کے جواب میں فرمایا:۔

اس کا منشاء بھی یہی ہے کہ فقہاء کا منشاء نہیں سمجھا گیا۔ اور نہ ان کے وہ اقوال دیکھے جن میں صراحۃً بیان کیا گیا ہے کہ حکم اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ اس وقت ہے جب کہ قائل کا صرف ایک کلام مفتی کے سامنے آئے اور قائل کا کوئی دوسرا حال معلوم نہ ہو اور اس کے کلام میں کوئی تصریح ہو جس سے معنی کفر متعین ہوجائے تو ایسی حالت میں مفتی کا فرض ہے کہ معاملہ تکفیر میں احتیاط برتے۔ اور اگر کوئی خفیف سے خفیف احتمال ایسا نکل سکے جس کی بناء پر یہ کلام کفر سے بچ سکے تو اسی احتمال کو اختیار کرے اور اس شخص کو کافر نہ کہے۔ لیکن اگر ایک شخص کا یہی کلمۂ کفر اس کی سینکڑوں تحریرات میں بعنوانات و الفاظ مختلفہ موجود ہو جس کو دیکھ کر یہ یقین ہوجائے کہ یہی معنیٰ (معنی کفری) مراد لیتا ہے یا خود اپنے کلام میں معنی کفری کی تصریح کردے تو باجماع فقہاء ایسے شخص پر قطعی طور پر کفر کا حکم لگایا جائے اور اس کو مسلمان ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

ایک شبہ یہ پیش کیا گیا کہ اگر کوئی کلمۂ کفر کسی تاویل کے ساتھ کہا جائے تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگے گا۔ اس کے جواب میں فرمایا:۔

اس میں تصریحاتِ فقہاء سے ناواقفیت کارفرما ہے کیونکہ حضرات فقہاء و متکلمین کی تصریحات موجود ہیں کہ تاویل اس کلام اور اس چیز میں مانع تکفیر ہوتی ہے۔ جو ضروریات دین میں سے نہ ہو۔ لیکن ضروریاتِ دین میں اگر کوئی تاویل کرے اور اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی نئے معنیٰ تراشے تو بلاشبہ اس کو کافر کہا جائے گا، اس کو قرآن مجید نے الحاد اور حدیث نے زندقہ قرار دیا۔ زندیق وہ ہے جو مذہبی لٹریچر بدل دے یعنی الفاظ کی حقیقت بدل دے۔ مرزا صاحب نے بہت سے اسلامی عقائد کے حقائق بدل دیے ہیں۔ مگر ان کے الفاظ وہی رہنے دیے ہیں۔ اس لیے ان کو حسب تصریحات مذکورۂ بالا کافر ہی قرار دینا پڑے گا۔ اور ان عقائد کے تحت ان کا اتباع کرنے والا بھی اس طرح کافر سمجھا جائے گا۔

دلیل قادیانی کی طرف سے شیخ محی الدین ابن عربی اور دیگر بزرگوں کے اقوال نقل کرکے یہ ثابت کیا گیا کہ ان کے نزدیک بھی نبوت مرتفع ہونے سے یہ مراد ہے کہ شریعت والی نبوت مرتفع ہوگئی نہ کہ مقام نبوت، اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا۔ جو آپ کی شریعت کے خلاف ہو بلکہ جب بھی ہوگا آپ کی شریعت کے ماتحت ہوگا۔ اس کے جواب میں ہماری طرف سے ان حضرات کے اقوال کی توجیہیں بیان کی گئیں۔ اور میں نے کہا کہ دین کے معاملہ میں ان کے اقوال دوسروں پر کوئی حجت نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ دینی معاملات میں سوا نبی کی وحی کے اور کوئی بات قطعی نہیں ہے۔

دلیل قادیانی کی طرف سے کہا گیا کہ حضرت شیخ اکبر اور حضرت مجدد صاحب اور مولینا روم کی کتابوں میں ہے کہ تمام اقسام وحی کی جو قرآن میں مذکور ہیں۔ خدا کے نیک بندوں (اولیاء اللہ) میں پائی جاتی ہیں اور وہ وحی جو نبی میں ہے وہ خاص ہے۔ اور وہ شریعت والی وحی ہے جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے، وہ اس امت کے بعض کامل افراد کو بھی ہوئی ہے اور جیسا کہ مولینا رومیؔ نے کہا ہے 'ہوتی تو وہ وحی حق ۔ ہے لیکن صوفیا

عام لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کی خاطر اسے "وحی دل" بھی کہہ دیتے ہیں۔ اور جن طریقوں سے انبیاء علیہم السلام کو وحی یا الہام ہوتا ہے ان ہی طرق سے اولیاء اللہ کو ہوتا ہے اگرچہ اصطلاحاً ان کا نام رکھنے میں فرق مراتب کے لیے فرق کیا ہے کہ انبیاء کی وحی کو وحی اور اولیاء کی وحی کو الہام کہتے ہیں اور ولی پر بھی وحی بواسطہ ملک ہوتی ہے۔"

حضرت شاہ صاحب رح نے اس پر بحث کے دوران فرمایا کہ:۔

"صوفیا کے یہاں ایک باب ہے جس کو شطحیات کہتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان پر حالات گذرتے ہیں اور ان حالات میں کچھ کلمات ان کے منہ سے نکل جاتے ہیں۔ جو ظاہری قواعد پر چسپاں نہیں ہوتے اور بسا اوقات غلط راستہ لینے کا سبب بن جاتے ہیں صوفیاء کی تصریح ہے کہ ان پر کوئی عمل پیرا نہ ہو اور تصریح کرتے ہیں کہ جن پر یہ احوال نہ گذرے ہوں یا جو ان کی اصطلاحات سے واقف نہ ہوں وہ ہماری کتابوں کا مطالعہ نہ کریں۔

مجملاً ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص جو کسی حال کا مالک ہوتا ہے دوسرا خالی آدمی ضرور اس سے الجھ جائے گا لیکن دین میں کسی زیادتی، کمی کے صوفیاء میں سے کوئی قائل نہیں اور اس کے مدعی کو کافر بالاتفاق کہتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ صوفیاء نے نبوت بمعنیٰ لغوی لیکر منقسم بنایا ہے۔ اور اس کی تفسیر خدا سے اطلاع پانا، دوسرے کو اطلاع دینا کی ہے۔ اور اس کے نیچے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام دونوں کو داخل کیا اور نبوت کی دو قسمیں کردیں (نبوت شرعی اور نبوت غیر شرعی۔

نبوت شرعی کے نیچے وحی اور رسل دونوں درج کر دئیے تو اب ان کے لیے نبوت غیر شرعی اولیا کے کشف والہام کے لیے نکھر گئی اور مخصوص ہوگئی۔

پھر صوفیاء کی تصریح ہے کہ کشف کے ذریعہ مستحب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوسکتا صرف اسرار و معارف اور مکاشف اس کا دائرہ ہیں، اور تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارا کشف دوسرے پر حجت نہیں۔ ہمارا کشف ہمارے لیے ہے۔

کشف اسے کہتے ہیں کہ کوئی پیرایہ آنکھوں سے دکھلایا جس کی مراد کشف والا خود نکالے۔ الہام اسے کہتے ہیں کہ دل میں کوئی مضمون ڈالدیا اور سمجھا دیا جائے۔ وحی یہ ہے کہ خدا اپنا ضابطہ کا پیغام کسی نبی یا رسول ص پر بھیجے۔ پھر وحی قطعی ہے اور کشف و الہام ظنی ہیں۔ بنی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے، غیروں کے لیے کشف یا الہام ہے یا معنوی وحی ہوسکتی ہے، شرعی نہیں"۔ (نطق انور جلد اول ص ۲۵-۵۰)

بقیہ: مکتوب بنام صدر مملکت

کرتا ہوں کہ میرے والد جناب اسلم قریشی کے اغوا کیس میں مرزا طاہر احمد اور اس میں ملوث دوسرے قادیانیوں کو گرفتار کر کے شامل تفتیش کیا جائے اگر ان سے میرے والد جناب اسلم قریشی کا کچھ پتہ نہ چلے تو مجھے گولی مار دی جائے۔ مرزا طاہر احمد کو انٹرپول کے ذریعے پاکستان واپس لاکر آئین پاکستان سے غداری، ملک میں ملک گیر بدامنی پھیلانے میرے والد جناب اسلم قریشی کے اغوار کی پشت پناہی کے جرم میں کھلی عدالت میں مقدمہ چلاکر عبرتناک سزا دی جائے۔ تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہوں۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔

طرز بیان اگرچہ بہت خوب نہیں!
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

طالب انصاف
محمد صہیب اسلم قریشی
مکان نمبر ۲۸۵/۲۹ محلہ امام صاحب سیالکوٹ

سواد اعظم اہلسنت پاکستان کے اعزاز میں استقبالیہ

رپورٹ محمد عالم فاروقی ناظم اعلیٰ سیرت کمیٹی جامع مسجد راہ گذر کراچی۔

۹ دسمبر بروز اتوار بعد نماز مغرب سیرت کمیٹی جامع مسجد راہ گذر شاہ فیصل کالونی کراچی کی طرف سے قائدین سواد اعظم اہلسنت پاکستان کو ایک استقبالیہ دیا گیا جس میں سرپرست اعلیٰ سواد اعظم مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی نائب سرپرست اعلیٰ مفتی احمد الرحمٰن، صدر مولانا سلیم اشرفان اور جنرل سیکرٹری مولانا اسفندیار خان اور دیگر ضلعی و صوبائی عہدیداروں کے علاوہ مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے معزز شہریوں نے شرکت کی۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن نے اپنے مختصر مگر جامع بیان میں سیرت النبی ص، ختم نبوت، عظمت صحابہ رض، ولی اللہی خاندان کی خدمات اور علمائے دیوبند کی مساعی کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے سواد اعظم اہلسنت کی خدمات کو سراہا۔

قسط نمبر ۲

جناب سمیع اللہ صاحب

طرزِ معاشرت

تن سازی (BODY BUILDING) اور دیگر کھیلوں میں مردانہ ستر پوشی کی جائے،

شریعت اسلامیہ کے مطابق مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے۔ ان احکامات کے تن سازی (BODY BUILDING) اور دیگر کھیلوں مثلاً کشتی، کبڈی، فٹ بال وغیرہ میں مردانہ ستر کی حفاظت ضروری ہے۔

لہٰذا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ان کھیلوں کے انعقاد میں ستر اسلامی کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور خلاف ورزی کرنے کی صورت میں متعلقہ کھلاڑیوں کو سزا دی جائے۔ اور ٹی وی پر بھی ایسی کھیلوں کی نمائش بند کی جائے۔

خواتین تنظیموں کے گیت میلے کے پروگرام جو کہ ہماری تہذیب اور روایات کے منافی ہیں انکی بجائے درس قرآن کے حلقے قائم کرنیکی ضرورت

گزشتہ سالوں کی طرح فروری ۱۹۸۴ء کے دوسرے ہفتہ میں راولپنڈی میں پفوا (PAF WOMEN ASSOCIATION) کے ثقافتی پروگرام "رنگ بہار" کا انعقاد ہوا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق یہ اس سال کی سب سے بڑی تقریب تھی۔ جس کی صدارت بیگم صدر مملکت نے کی جبکہ اس میں شرکت کرنے والوں میں وفاقی وزراء، مسلح افواج کے سربراہوں، اسلام آباد میں مقیم غیر ملکی سفیروں اور سول و فوجی حکام کی بیگمات نے شرکت کی۔ مختلف قسم کے گیت و موسیقی کے پروگرام تقریب میں پیش کیے گئے ان پروگراموں میں اول، دوم، سوم آنے والی خواتین کو انعامات دیئے گئے۔

ہر درد مند مسلمان عورت و مرد محسوس کرتا ہے کہ ایسے گیت میلے کے پروگرام ہماری تہذیب اور اسلامی روایات کے خلاف ہیں۔ گیت اور موسیقی روح کی غذا ضرور ہو گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کے لیے لیکن ہم کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے عشق اور فرمانبرداری کا دعویٰ رکھتے ہیں ہماری روحوں کے لیے یہ سراسر موت ثابت ہوئے ہیں۔

لہٰذا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ایسے پروگراموں کی منتظم خواتین کو پابند کیا جائے کہ ان کے بجائے وہ کلام مجید کے مطالعہ کے حلقے قائم کریں اور اپنی روزمرہ کی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کے احکام کے مطابق گزارنے میں صرف کرنے کی فکر کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔ اور پھر دیکھیں کہ ان کے گھروں، اڑوس پڑوس، محلہ بستی اور ملک کے گوشہ گوشہ میں کس طرح دین کی حقیقی بہار آتی ہے۔

۴۔ ایئر ہوسٹس کے نظام کو جاری رکھنے کا کوئی جواز نہیں

روزنامہ "جسارت" کراچی مورخہ ۸ فروری ۸۴ء کے کالم نقطۂ نظر میں "ایئر ہوسٹس بننے کی ترغیب" کے عنوان سے حسب ذیل سطور ملاحظہ ہوں۔

ایئر ہوسٹس بننے کی ترغیب

کراچی ۵ جنوری کے روزنامہ جسارت میں پی آئی اے کے منیجر تعلقات عامہ کی جو وضاحت خواتین میزبانوں کے بارے میں آئی ہے کسی بھی لحاظ سے قابلِ قبول نہیں۔ میں پی آئی اے کا سابق ملازم ہوں اور ان تمام مراحل سے بخوبی واقف ہوں جو ایک فضائی میزبان کے انٹرویو سے لے کر دورانِ ٹریننگ اور بعد میں فضائی میزبان کے فرائض انجام دینے تک ایک لڑکی کو گزرنا پڑتا ہے۔ ان تمام مراحل کے بارے میں تفصیل بیان کرنے کی قلم اجازت نہیں دیتا ان تمام مراحل میں ایسے درندہ صفت انسانوں سے بھی لڑکیوں کو واسطہ پڑتا ہے۔ جن کا ذکر کرنا مناسب نہیں اور کوئی بھی باعزت مسلمان نمازی اپنی لڑکیوں کو اس قسم کا یا اس سے ملتا جلتا کوئی بھی پیشہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ میں ان مغرب زدہ خاندانوں کی بات نہیں کرتا۔ جن کی زندگی ایک معاشی حیوان سے زیادہ کچھ نہیں ہے جو لوگ صرف اپنی دنیا کی زندگی اور معاشی آسودہ حالی ہی کو فضائی میزبانی کے علاوہ بھلا جو پیشہ چاہیں اختیار کرا سکتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو اپنی زندگی خدا کی قائم کردہ حدود کے اندر گزارنا چاہتے ہیں اور جن کا نصب العین رزق حلال ہی حاصل کرنا ہو ان کے لیے اپنی بچیوں کو اس قسم کا پیشہ اختیار کرانے سے موت بہتر ہے۔ رہا اس بات کا سوال کہ دورانِ سفر مسافر خواتین کی دیکھ بھال تو اس میں بھی اوپر بیان کردہ وضاحت کافی ہے کہ جو لوگ اسلامی شعار کو اپنائے ہوئے ہیں اور پردہ کی اہمیت کو سمجھتے ہیں ان کے لیے چند گھنٹے کا یہ سفر کوئی پریشانی کا باعث نہیں بن سکتا وہ جہاں بھی اور جس مقام پر ہوں گے اسلامی معاشرہ کا چلتا پھرتا نمونہ ہوں گے۔ اور جنہوں نے اسلام کی حقانیت کو سمجھ کر اپنایا ہے ان کے لیے کوئی مشکل نہیں اور مرد فضائی میزبان اپنی اخلاقی حدود کے اندر رہ کر یہ کام کر سکتے ہیں رہ گئی بات دوسرے برادر اسلامی ملک کی جو مثال دی گئی ہے وہ بھی کوئی وزن نہیں رکھتی کیونکہ اسلام کے خلاف جو بھی عمل کرتا ہے وہ ہمارے لیے قابلِ عمل نہیں ہے مثلاً یہاں سعودی عرب میں کسی سعودی عورت کو ملازمت کرنے کی اجازت نہیں اور یہاں کہیں ضرورت ہے وہ غیر سعودی لڑکیوں کو ملازم رکھا گیا ہے سعودی ایئر لائن میں بے حد ایئر ہوسٹس کام کرتی ہیں اور ان میں اکثریت پی آئی اے کی سابقہ ایئر ہوسٹس کی ہے اور وہ یہاں جہاز میں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں ان کے لباس اور وضع قطع سے ہم پاکستانیوں کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں یہ سب ٹریننگ بہرحال پی آئی اے ہی کا دیا ہوا ہے۔ آخر میں میری ان تمام مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے جن کا اسلام پر غیر متزلزل ایمان ہے کہ وہ اس قسم کی وضاحتوں اور بھونڈی تاویلوں کی مذمت اور حوصلہ شکنی کریں اور اسلامی شعار کو اجاگر کرنے کی کوشش کریں تاکہ سرزمین پاک میں اسلامی نظام کا نفاذ آسان ہو سکے۔ جس کے لیے گرانقدر قربانیاں دے کر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔

(گلزار حسین ڈار - جدہ)

۸۔ نرسنگ کے پیشہ کو شرعی تقاضوں کے مطابق بنانے کی ضرورت

یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ نرسنگ کی تربیت کے دوران لڑکیوں کو سر پر دوپٹہ لینے کی اجازت نہیں ہوتی جس کی وجہ متوسط طبقہ کی باحیا لڑکیاں شروع شروع میں بے چینی محسوس کرتی ہیں ان کے سرپرستوں کی شکایت کے جواب میں منتظمین یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ سر نہ ڈھکنے کی پابندی اس لیے عائد کی جاتی ہے کہ شرمیلی لڑکیاں مرد بیماروں کے پاس جانے سے حجاب نہ کریں۔ نہ صرف یہ بلکہ ان کی یونیفارم اس طرح بنائی گئی کہ ایک وی نما سا کپڑا ان کے گلے کے گرد ہوتا ہے جس کی حیثیت ایک BPO GE یعنی نمائشی پٹی کی سی ہے۔ اس لیے حکومت سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اسلامی اقدار کے احیا کے لیے نرسوں کے یونیفارم میں مناسب تبدیلی لائی جائے۔ اور ٹریننگ کے دوران انہیں سر ڈھانپنے کی نہ صرف اجازت بلکہ سہولت پہنچائی جائے۔ مزید برآں شرعی تقاضوں کے تحت انہیں غیر محرم مرد کی تیمارداری کے لیے نہ متعین کیا جائے بلکہ مرد نرسوں کا انتظام کیا جائے۔

۹۔ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے لادینیت اور مغربیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے خلاف دردمند خواتین کو میدانِ عمل میں آنا چاہیے۔

ہمارے ملک کے ارباب بست و کشاد عورتوں کی ترقی کا معیار مردوں کے دائرہ عمل میں شانہ بشانہ کام کرنے کو گردانتے ہیں۔ حالانکہ خواتین کی ترقی اسلامی حدود میں رہ کر ہونی چاہیے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ اسلام کے بارے میں دردمند میدانِ عمل میں آ جائیں اور نفاذ اسلام کے لیے متحد و متحرک ہو جائیں اور ایک سیسہ پلائی دیوار بن کے اپنی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کو ایک طرف تو اسلام کی زریں تعلیمات سے آگاہ کریں وہیں پاکستان کی تمام خواتین کی نمائندہ بن کر ان مٹھی بھر بے لگام

مغرب زدہ عورتوں کو منہ توڑ جواب دیں جو قرآن و سنت کے احکام اور اصولوں کو ظلم اور ناانصافی سے تعبیر کرتی ہیں اور انہیں بتا دیں کہ پاکستان کی مسلم خواتین اسلام کے قوانین پر پورا پورا یقین رکھتی ہیں اور انہیں پردہ۔ علیحدہ تعلیم۔ اصل ضابطہ قانون منظور ہے جو شریعت ان کے لیے تجویز کرتی ہے تاکہ ردعمل اور تضاد ختم ہو۔ اور مغرب زدہ عورتوں کو قرآن و سنت کے واضح احکامات کے خلاف محاذ آرائی کرنے کی جرأت نہ ہو۔

اس ضمن میں حکومت بھی اپنی ذمہ داری محسوس کرے اور ویمن ڈویژن جس کو حال ہی میں اسّی کروڑ روپے کی خطیر رقم دی ہے پابندی لگائے کہ وہ مختلف پروگراموں کے تحت عورتوں کے اندر کھلی بے راہ روی پیدا کرنے اور مخلوط معاشرے کی تشکیل سے باز آئے۔ ان کی پیدا کردہ رکاوٹوں اور دباؤ سے ہی علیحدہ خواتین یونیورسٹیوں کا قیام ممکن نہیں ہو رہا۔ اسی طرح وزارت خاندانی منصوبہ بندی اور وزارت ثقافت کو بند کیا جائے جو کہ نہ صرف قومی دولت کا ضیاع ہیں بلکہ ان کے تحت ملک میں بے حیائی تشویشناک صورت اختیار کر چکی ہے۔

نظام اسلام میں موسیقی کے پروگراموں کی کوئی گنجائش نہیں انہیں ممنوع قرار دیا جائے

ڈی ڈائریکٹر جنرل پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کا یہ بیان بہت افسوسناک ہے کہ "ریڈیو سے موسیقی کے پروگرام ایک دم بند نہیں کیے جا سکتے کہ جب تک عوام کا ذہن اس بات کو قبول نہ کرے"

آپ چند ہزار گانے کے شائقین کو چھوڑ کر باقی نو سات آٹھ کروڑ عوام سے دریافت کریں اور پھر جہاں اللہ اور اس کے رسول کا حکم آ گیا وہاں کسی کی پسند یا رائے کیا دخل رکھتی ہے۔ چلیے تھوڑی دیر کے لیے تصور کر لیں کہ عوام کے ذہن گانے کو بند کرنا قبول نہ کریں گے بھلا بتائیے کہ آج تک موسیقی و آلات موسیقی کے بارے میں ریڈیو سے کبھی کوئی شرعی احکامات نشر کیے گئے ہیں۔ کبھی مسلمان قوم کو یہ بھی بتایا ہے کہ گانے سننا حرام ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ لقمان کی آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو اور انسانوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو لہو الحدیث (کلام دلفریب) خرید کر لاتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے بغیر علم کے بھٹکا دے اور اس راستہ کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے ایسے لوگوں کے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے لہو الحدیث کی تفسیر فرماتے ہوئے تین دفعہ اللہ کی قسم کھا کر فرمایا اس سے مراد گانا ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص گانے والی لونڈی کی مجلس میں بیٹھ کر اس کا گانا سنے گا قیامت کے روز اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔"

اور پھر ایک اور حدیث میں فرمایا۔

"میں آلات موسیقی کو توڑنے کے لیے آیا ہوں اور تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس چیز کی تابع نہ ہو جسے میں لایا ہوں۔"

احکامات شریعت کی اطاعت میں اگر ریڈیو اور ٹی وی پر موسیقی کے پروگرام فی الفور بند کر دیئے جائیں تو نہ آسمان سر پر گر پڑے گا نہ کوئی طاقتور قوت ایٹم بم گرا دے گی بلکہ ان شاء اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو گی جو کہ ایک مسلمان کا مقصد حیات ہے۔ آخر پورے محرم الحرام میں بھی تو موسیقی بند رہتی ہے کبھی کچھ نہیں ہوا نہ ہی عوام سڑکوں پر نکل آئے ہیں اور نہ ہی کبھی روس یا بھارت نے دھمکی دی ہے کہ لگاؤ گانے ورنہ اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے یہ سب اپنے اندر دل کا چور ہے جسے نکالنے کے لیے اخلاص کے ساتھ تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ کچھ وقت لگانا ضروری ہو گا۔

لہٰذا صدر مملکت سے درخواست ہے کہ اس ضمن میں وہ خصوصی توجہ فرما دیں کہ ان گانوں نے نہ صرف قوم کو بزدل بے غیرت اور عیاشی پرست بنا دیا ہے بلکہ اسلام کی تعلیمات سے بھی کوسوں دور کر دیا۔ اس لیے ان موسیقی کے پروگراموں کو بند کروا کے قوم کو جہاد کے لیے تیار کیا جائے تاکہ احیائے اسلام کی تحریک قوت پکڑ سکے۔

۱۰۔ مجلس شوریٰ کے ہال اور سرکاری دفاتر میں انسانی تصاویر کا کوئی جواز نہیں

مجلس شوریٰ کے اسلام آباد کانفرنس ہال میں بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی مصور کی بنائی ہوئی قد آدم تصویر نصب ہے۔ اس ہال میں قوم کو درپیش اہم مسائل پر تبادلہ خیالات کیا جاتا ہے۔ اور ملک میں نفاذ اسلام کے عمل کو تیز کرنے کی تدابیر بھی سوچی جاتی ہیں۔ وہاں بدقسمتی سے رحمت کے فرشتے بھٹک بھی نہیں سکتے اور اس طرح یہ اہم قومی فیصلے اللہ تعالیٰ کی برکات کے نزول سے محروم رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نیک نیتی کے باوجود غور و فکر نہ کرنے سے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکامات کی خلاف ورزی جاری ہے اس کی ایک دیرینہ مثال مندرجہ بالا سطور میں درج کی گئی ہے اسلام میں تصویر کا سرے سے کوئی جواز نہیں چہ جائیکہ قد آدم تصویر بنا کر آویزاں کی جائے اور اسے تقدس / تکریم کا درجہ دیا جائے۔

بخاری شریف میں درج احادیث نبوی تصویر کی ممانعت اور اس پر وعید کسی سے ڈھکی چھپی نہیں اب بھی دیکھنا ہے کہ اپنے ہادی برحق کے ارشادات پر ہماری روزمرہ کی زندگی میں کہاں تک عمل ہوتا ہے اور ہم ان کی محبت کے دعووں میں کہاں تک سچے ہیں۔

لہذا شریعت کے تقاضے کے مطابق مجلس شوریٰ کے کانفرنس ہال اور جملہ سرکاری دفاتر سے انسانی تصویر کو ہٹا کر سورۃ العصر مع ترجمہ لگا دی جائے۔ اس سے صاحب تصویر کی کوئی توہین نہیں ہوگی۔ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی نافرمانی سے بچ کر ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں درج ذیل آیت قرآنی کے تحت سرخرو ہوں گے۔

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم"

ترجمہ (اے نبی لوگوں سے کہہ دو) کہ تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا۔

سورۃ آل عمران ۳۱

۱۱۔ شناختی کارڈ پر خواتین کو اپنی تصویر لگانے کی پابندی سے مستثنیٰ کرنے کی ضرورت

حالیہ سرکاری اعلان کے مطابق ووٹ ڈالنے کے لیے عورت کو اپنی تصویر شناختی کارڈ پر لگانی پڑے گی۔ اسلام میں تصویر کشی ناجائز ہے اور پھر عورت کی تصویر کا مطلب بے پردگی کو فروغ دینا ہے۔ مزید براں ہمارے ملک کی اسی فی صد عورتیں دیہات میں رہتی ہیں جن کے لیے یہ قانونی پابندی اذیت کا باعث ہوگی۔

حکومت کا یہ اقدام نہ صرف مداخلت فی الدین ہے بلکہ شناختی کارڈ پر عورت کی تصویر سے معاشرتی قباحتیں پیدا ہوں گی اور بڑی خرابیاں رونما ہونے کی راہ ہموار ہوگی شروع سے انتخابات جب بھی ہوئے عورتوں نے بغیر تصویر ہی کے ووٹ ڈالے اس ملک کی عورتیں باشعور اور سمجھدار ہیں اس لیے شناختی کارڈ پر عورتوں کی تصویر کا نقطہ نظر ختم کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ اسلام نے عورت کو باپردہ رہنے کا حکم دیا ہے۔

لہذا یہ ضروری ہے کہ شناختی کارڈ پر خواتین کو تصویر لگانے سے مستثنیٰ قرار دیا جائے چونکہ شریعت میں تصویر کشی ناجائز ہے اور اس میں بے پردگی بھی ہے اس لیے بہت سی دیندار خواتین ووٹ ڈالنے سے محروم ہو جائیں گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دیندار امیدواروں کے ووٹوں میں کمی واقع ہوگی جب کہ ان کے حامی زیادہ ہوں گے اور ایسی پابندی کے الیکشن سے اسلامی نظام کے نفاذ کے مقصد کو نقصان پہنچے گا۔

حرمت تصویر کے بارہ میں شیخ عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

تصاویر کے بارے میں علامہ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز مفتی اعظم سعودی عرب کا فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: تصویر کشی اور فوٹو گرافی کا آج کل عام رواج ہے، عامۃ الناس اس وبا میں مبتلا ہیں، شریعت مطہرہ میں اس کا کیا حکم ہے؟ کتاب و سنت کی روشنی میں اس کے حلال یا حرام کی نشاندہی فرمائیں۔ رحمکم اللہ تعالیٰ

جواب: الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

صحاح ستہ سوائے ابن ماجہ اور کتب مسانید میں اس مضمون کی کثرت احادیث آئی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جاندار کی تصویر بنانے اور اس کے استعمال کو حرام فرمایا ہے اور جن پردوں وغیرہ پر تصویریں ہوں انہیں چاک کر دینے اور تصویروں کو مٹا دینے کا حکم دیا ہے اور تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

تصویر خواہ مجسمہ کی شکل میں ہو یا ویسے ہی کیمرہ وغیرہ کے ذریعہ کاغذ پر نقش ہو یا پردے پر رقم ہو۔ فوٹو آدمی کا ہو یا کسی اور ذی روح چیز کا عام آدمی کا ہو یا عالم و امیر کا حرمت کے لحاظ سے سب برابر ہیں بلکہ امراء و علماء کی تصاویر زیادہ فتنے کا باعث بنتی ہیں کیونکہ لوگ ان کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے قلوب و اذہان میں ان کے متعلق خاص عقیدت و عظمت ہوتی ہے۔ اس طرح ان کی تصویر کو بڑی توقیرانہ نظر سے دیکھتے ہیں، اس احترام کے پیش نظر مجالس و محافل میں بڑے بڑے قد آور فوٹو نصب کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ یہی وہ ذریعہ شرک ہے جس سے قوم نوح گمراہ ہوئی تھی چونکہ اس سے عبادت لغیر اللہ یعنی شرک کا دروازہ کھلتا ہے اس لیے یہ عمل عقیدت نہایت ہی سنگین جرم اور بدترین فعل ہے اور اس کی حرمت دوسروں کی نسبت زیادہ ہے، جیسا کہ علامہ خطابی کے کلام میں اس کا اشارہ ملتا ہے: "عہد جاہلیت میں بھی اس قسم کی بہت بڑی بڑی تصویریں اور مورتیاں تھیں جن کی لوگ پرستش کرتے۔ ان کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکاتے اور نذریں مانتے اور مرادیں مانگتے تھے۔ ایسے حالات اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تاکہ بتوں کو توڑیں، مورتیوں کو معدوم کریں اور تصویروں کا نام و نشان مٹائیں اور تصویروں کے ذریعے جو شرک کے دروازے کھل چکے تھے انہیں بند کریں۔ چنانچہ حق غالب ہوا۔ باطل ہمیشہ کے لیے دب گیا، کفر و شرک کا نشان مٹ گیا۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ"

جس نے تصویر کشی کا حکم دیا یا اس پر راضی ہوا، اس کا حکم وہی ہے جو تصویر کشی کرنے والے کا ہے اور وہ بھی اسی طرح سخت وعید کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ یہ ایک شرعی قاعدہ ہے کہ کسی گناہ کا حکم دینا یا اس پر راضی ہونا اسی طرح حرام ہے جس طرح اس کا کرنا، غیر شرعی ہے، قرآن کریم میں ہے:

واذا رأیت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ ... اذاً مثلھم: جب آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں کہ ہماری آیات میں کج بحثی میں مشغول ہیں تو آپ ان سے اس وقت تک اعراض کریں جب تک کہ وہ اور بحث میں مشغول نہ ہو جائیں۔ (اگر آپ نے اعراض نہ کیا) تو آپ بھی ان جیسے ہوں گے۔"

یہ آیت واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ جو انسان برائی کو دیکھ کر اس سے اعراض نہیں کرتا وہ برائی کرنے والے ہی کی طرح ہے، جب برائی کو دیکھ کر خاموش رہنے والے کا یہ حکم ہے (حالانکہ وہ انکار کی قدرت رکھتا ہے یا اس سے علیحدہ ہونے کی پوزیشن میں ہے)، تو برائی کا حکم دینا اس پر راضی ہونے یا خاموش ہو جانے سے بڑھ کر ہے۔ اس بارہ میں بہت سے دلائل پائے جاتے ہیں، ہم نے جو احادیث اور اہل علم کا کلام جواب میں ذکر کیا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ذی روح

باقی ص ۱۳ پر

بقیہ:- خصائل نبوی

(۲) ملا علی قاریؒ نے حنفیہ کی دلیل یہ لکھی ہے کہ صحابہؓ کا اس پر اجماع ہے کہ تین رکعات وتر جائز و مستحسن ہیں اور اس سے کم میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ایک رکعت بھی جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز ہی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ قول اولیٰ ہے۔ مختلف فیہ سے۔ حسن بصری رضؓ جو مشہور محدثین اور اکابر صوفیہ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز عمر ثانیؒ نے علماء مدینہ سے تحقیق کے بعد یہ حکم نافذ کر دیا تھا کہ وتر تین رکعات پڑھی جائیں۔ حضرت حسن رضؓ سے کسی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ وتر کی تین رکعات میں دو پر سلام پھیرتے ہیں اور تیسری رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ان کے باپ حضرت عمر رضؓ تینوں رکعات ایک ہی سلام سے پڑھتے تھے اور وہ ابن عمر رضؓ سے زیادہ عالم تھے۔

(۳) احادیث میں ایک رکعت پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے کسی نے کہا کہ حضرت سعد رضؓ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں انہوں نے فرمایا ایک رکعت نماز ہی نہیں ہوتی اس کے علاوہ اور بہت سے طریقوں سے حنفیہ استدلال کرتے ہیں۔ علماء نے اس بارے میں مستقل رسائل تحریر فرمائے ہیں اس رسالہ میں فقہی مسائل سے بحث نہیں کی گئی بقدر ضرورت مختصراً اشارے کر دیئے گئے۔

WEEKLY **Khatme-Nubbuwat** KARACHI
Registered S. No. 3220

محمد شریف راگی نادری

نعت شریف

ہو شوقِ دید تجھے اسقدر مدینے کا
خیال دل میں ہو آٹھوں پہر مدینے کا

مزہ تو جب ہے خداوند میری قسمت میں
کہ اب کے سال تو لکھ دے سفر مدینے کا

کسی طرح سے میں پہنچوں جو شہر یثرب میں
میں پھر تو ہو کے رہوں عمر بھر مدینے کا

سُنی ہیں جنت الفردوس کی بھی تعریفیں
نظارہ اور ہی تھا کچھ مگر مدینے کا

کسی کا لوٹ کے آنے کو جی نہیں چاہتا
سماں وہ رکھتا تھا کیف و اثر مدینے کا

یہ صدقہ میرے نبی کے ہے پائے اطہر کا
کہ ذرہ ذرہ ہے رشکِ قمر مدینے کا

لگا کے سینے سے ہوتا ہوں چشم نم میں
کبھی جو ملتا ہے مجھ کو بشر مدینے کا